ساجد حمید

شرح موطا امام مالک

اللہ علیم وخبیر کے بابرکت نام سے، جس کی عنایتیں بے پناہ اور جس کی شفقتیں ابدی ہیں، ہم نے موطا کی شرح کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ یہ قلم اٹھاتے وقت اللہ سے دعا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے ساتھ موطا میں دین اور اس کے احکام کی جو تعبیر ہم تک پہنچی ہے، اسے سمجھیں اور جو حق بات ان احادیث سے سمجھ میں آئے، اسے دین کے طالبوں کے لیے بے کم و کاست بیان کریں۔ اور یہ بھی دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ اور ہمیں اس سارے کام کے دوران میں شیطانی وسوسوں اور نفس کی اکساہٹوں سے بچائے۔

یہ شرح میں علمی دنیا میں اپنی کوتاہ قامتی کے باوجود لکھنے کی جو جسارت کر رہا ہوں، تو صرف اس سہارے کی وجہ سے، جو مجھے استاد گرامی جناب جاوید احمد صاحب غامدی کی نہایت مشفقانہ رہنمائی کی صورت میں حاصل ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس شرح کی تکمیل تک ہر ہر حدیث کی شرح ان کی نظر سے گزرے، تاکہ یہ شرح زیادہ سے زیادہ بہتر اور غلطیوں سے پاک ہو سکے۔

اس شرح سے پہلے فہم حدیث کے اصولوں پر مقدمات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، لیکن میں یہ مقدمات ان شاء اللہ اگر زندگی رہی تو اس شرح کی تکمیل کے بعد لکھوں گا۔ بنیادی اصولوں کی حد تک میرا طرز فکر وہی ہے، جو استاد گرامی نے اپنی کتاب ''میزان'' کے پہلے باب اصول و مبادی میں پوری جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

کتاب وقوت الصلوٰۃ

نماز کے اوقات

موطا میں پہلی کتاب نماز کے اوقات سے متعلق ہے۔ اس کے آٹھ ابواب ہیں۔ اس کتاب کا نام امام مالک رحمہ اللہ نے

کتاب وقوت الصلوٰۃ رکھا ہے۔ وقوت جمع کثرت ہے، مگر یہاں یہ کثرت کے مفہوم سے مجرد ہو کر محض جمع کے معنی میں استعمال ہوئی ہے۔

پہلا باب

باب وقوت الصلوٰۃ

پنج وقتہ نماز کے اوقات

اس باب میں کل بارہ روایتیں ہیں۔ چار احادیث نبوی ہیں اور باقی آثار ہیں۔

[۱] قال حدثني يحيى بن يحيى الليثى عن مالك بن أنس عن بن شهاب:

اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، فَاَخْبَرَهُ: اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا ،وَهُوَ بِالْكُوْفَةِ. فَدَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ: مَا هَذَا يَا مُغِيْرَةُ ؟ اَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ: اَنَّ جِبْرِيْلَ نَزَلَ فَصَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ قَالَ بِهَذَا اُمِرْتُ.

فَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: اَعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِهِ يَا عُرْوَةُ .اَوَ اِنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ الَّذِىْ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلَاةِ؟

قَالَ عُرْوَةُ: كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

[۲] قَالَ عُرْوَةُ: وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِیْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِیْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ.

[۱] ''ابن شہاب کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن (عصر کی) نماز میں تاخیر کردی۔ عروہ بن زبیران کے پاس آئے اور انھوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن، کوفہ کے زمانۂ (اقتدار) میں نماز میں تاخیر کردی تو ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا: کیوں مغیرہ یہ کیا معاملہ ہے!

پھر کہا: کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ جبریل امین آئے اور انھوں نے (ظہر کی) نماز پڑھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر انھوں نے (عصر کی) نماز پڑھی اور آپ نے ان کے ساتھ پڑھی، پھر انھوں نے (مغرب کی) نماز پڑھی تو آپ نے ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر انھوں نے (عشا کی) نماز پڑھی تو آپ نے ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر انھوں نے (فجر کی) نماز پڑھی تو آپ نے ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر جبریل امین نے آپ سے کہا: مجھے انھی اوقات کا حکم دیا گیا ہے۔

(یہ حدیث سن کر) عمر بن عبدالعزیز نے کہا: اے عروہ جو حدیث آپ مجھے سنایا چاہتے ہیں، وہ مجھے بتایئے۔ اور یہ بھی بتایئے آیا یہ جبریل امین تھے، جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اوقات نماز کا تعین فرمایا؟

عروہ نے (جواب میں) کہا: ہاں بشیر بن مسعود اپنے والد سے ایسے ہی بیان کرتے تھے (کہ جبریل علیہ السلام نے آکر نمازیں اس طرح تعیین وقت کے لیے پڑھائیں)۔''

[۲] ''عروہ نے یہ بھی کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ آپ عصر اس وقت پڑھا کرتے جب دھوپ ابھی میرے حجرے میں ہوتی، اس سے پہلے کہ وہ دیواروں پر چڑھتی۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت صحاح ستہ میں سے صرف بخاری اور سنن ابی داؤد میں آئی ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں بعض تفصیلات زیادہ ہیں۔ جس کا پورا متن ہم آگے بیان کریں گے۔ البتہ دوسرے الفاظ کے ساتھ یہی روایت جس میں جبریل علیہ السلام کے دو دن تک نماز پڑھانے کا ذکر ہے، وہ ابوداؤد کے علاوہ نسائی اور ترمذی میں بھی آئی ہے۔ البتہ مسلم کی روایت نہایت مختصر ہے۔ دو دن امامت جبریل والی روایت یوں ہے:

عن بن عباس قال قال رسول اللّٰه امنی جبریل علیه السلام عند البیت مرتین فصلی بی الظهر حین زالت الشمس وکانت قدر الشراك وصلی بی العصر حین کان ظله مثله وصلی بی یعنی المغرب حین افطر الصائم وصلی بی العشاء حین غاب الشفق وصلی بی الفجر حین حرم الطعام والشراب علی الصائم فلما کان الغد صلی بی الظهر حین کان ظله مثله وصلی بی العصر حین کان ظله مثلیه وصلی بی المغرب حین افطر الصائم وصلی بی العشاء الی ثلث اللیل وصلی بی الفجر فاسفر ثم التفت الی فقال یا محمد هذا وقت لانبیاء من قبلك والوقت ما بین هذین الوقتین. (ابوداؤد، رقم ۳۹۳)

''ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کے پاس جبریل نے میری دو دفعہ امامت کی۔ انھوں نے مجھے ظہر سورج کے تسمہ برابر ڈھلنے پر پڑھائی۔ اور عصر مثل سایہ پر پڑھائی، مغرب افطار کے وقت پر پڑھائی۔ اور عشا شفق کے غائب ہوتے ہی پڑھائی۔ اور فجر اس وقت پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ تو دوسرے دن ظہر مثل سایہ پر پڑھائی اور عصر دو مثل سایہ پر اور مغرب افطار کے وقت پر، اور عشا ایک تہائی رات کو پڑھائی۔ اور دوسرے دن کی صبح پڑھائی تو روشنی ہو چکی تھی۔ پھر جبریل میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے محمد یہ آپ سے پہلے انبیا کا وقت رہا ہے۔ اور آپ کے لیے بھی انھی دونوں کے درمیان کا وقت ہے۔''

اس روایت میں مضمون زیادہ واضح اور صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ موطا کی روایت ہی کے مانند الفاظ پر مبنی ایک روایت سنن ابی داؤد میں وارد ہوئی ہے۔ اس میں اوقات الگ سے ابومسعود رضی اللہ عنہ کے مشاہدہ کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ باقی قصہ وہی عمر بن عبدالعزیز کی نماز میں تاخیر ہی کا زیر بحث ہے:

عن ابن شهاب ان عمر بن عبد العزیز

''ابن شہاب سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز منبر پر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

كان قاعدا على المنبر فأخر العصر شيئا فقال له عروة بن الزبير: أما ان جبريل عليه السلام قد اخبر محمدا صلى اللّٰه عليه وسلم بوقت الصلاة .فقال له عمر: اعلَم ما تقول فقال عروة: سمعت بشير بن ابى مسعود يقول سمعت ابا مسعود الانصارى يقول سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: نزل جبريل عليه السلام فاخبرنى بوقت الصلاة فصليت معه ثم صليت معه ثم صليت معه ثم صليت معه ثم صليت معه يحسب باصابعه خمس صلوات فرايت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم صلى الظهر حين تزول الشمس وربما اخرها حين يشتد الحر ورايته يصلى العصر والشمس مرتفعة بيضاء قبل ان تدخلها الصفرة فينصرف الرجل من الصلاة فياتى ذا الحليفة قبل غروب الشمس ويصلى المغرب حين تسقط الشمس ويصلى العشاء ”حين يسود الافق وربما اخرها حتى يجتمع الناس وصلى الصبح مرة بغلس ثم صلى مرة اخرى فاسفر بها ثم كانت صلاته بعد ذلك التغليس حتى مات ولم يعد الى ان يسفر ... وعن جابر قال ثم جاء ه للمغرب حين غابت

بیٹھے (تقریر کر رہے) تھے کہ انھوں نے عصر کی نماز میں کچھ تاخیر کر دی، تو عروہ بن زبیر نے ان سے کہا: سنیے، جبریل علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کا وقت سکھایا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان سے کہا، جو آپ کہنا چاہتے ہیں مجھے بتائیے۔ تو عروہ نے کہا میں نے بشیر بن ابی مسعود کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کے والد ابومسعود یہ بتاتے تھے کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جبریل زمین پر آئے، مجھے نماز کے اوقات سکھائے، چنانچہ میں نے ان کے ساتھ ایک (تیسری) نماز پڑھی، پھر (چوتھی) نماز پڑھی، پھر (پانچویں) نماز پڑھی، آپ فرمارہے تھے اور انگلیوں پر پانچ نمازیں شمار کر رہے تھے۔ پھر یہ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ظہر اس وقت پڑھتے جب سورج نصف النہار سے جھکتا، اور جب کبھی گرمی زیادہ ہوتی تو اسے تھوڑا مؤخر کر دیتے۔ اور میں نے آپ کو عصر اس وقت پڑھتے دیکھا ہے، جبکہ سورج ابھی اونچا ہوتا اور اس کی روشنی سفید ہوتی، یعنی زردی آنے سے پہلے۔ چنانچہ ایک آدمی عصر کی نماز سے واپس جاتا اور سورج ڈوبنے سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ جاتا۔ آپ مغرب سورج کی ٹکیا کے منظر سے ہٹتے ہی پڑھ لیتے۔ عشا اس وقت پڑھتے جب افق سیاہ ہو جائے۔ کبھی اسے تاخیر سے پڑھتے تاکہ سب لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ صبح کی نماز ایک دفعہ آپ نے اس وقت پڑھی جب ابھی تاریکی تھی۔ پھر دوسری دفعہ اس وقت جب اجالا ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے بعد آپ صبح کی نماز ہمیشہ اپنی وفات تک منہ اندھیرے پڑھتے رہے پھر کبھی اجالا کر کے فجر نہیں پڑھی ... حضرت

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

الشمس يعني من الغد وقتا واحدا. (ابوداؤد، رقم ۳۹۴)

جابر کہتے ہیں کہ پھر حضرت جبریل اگلے دن بھی مغرب کے لیے اسی وقت آئے جب سورج غروب ہوا۔''

شرح

قرآن و سنت سے تعلق

قرآن مجید کا فرمان ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا. (النساء۴: ۱۰۳)

''بلاشبہ، نماز مسلمانوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔''

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز ذکر کثیر کی طرح جب چاہیں کے اصول پر فرض نہیں کی گئی ہے، بلکہ اس کے اوقات متعین ہیں۔ اس لیے شریعت اسلامی میں اوقات نماز کا یہ موضوع ہمیشہ موجود رہا ہے۔ زیر بحث روایت اوقات نماز سے تعلق رکھتی ہے۔ نماز کے اوقات سنت متواترہ کی صورت میں چلے آتے ہیں۔ سنتِ متواترہ کے تحت ان کے اوقات جو ہم تک تواتر سے پہنچے ہیں، ان کے بارے میں استاذ گرامی جاوید احمد صاحب غامدی لکھتے ہیں:

''نماز مسلمانوں پر شب و روز میں پانچ وقت فرض کی گئی ہے۔ یہ اوقات درج ذیل ہیں:

فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا۔

صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے تو یہ فجر ہے۔

ظہر سورج کے نصف النہار سے ڈھلنے کا وقت ہے۔

سورج مرأی العین سے نیچے آ جائے تو یہ عصر ہے۔

سورج کے غروب ہو جانے کا وقت مغرب ہے۔

شفق کی سرخی ختم ہو جائے تو یہ عشا ہے۔

فجر کا وقت طلوع آفتاب تک؛ ظہر کا عصر، عصر کا مغرب، مغرب کا عشا اور عشا کا وقت آدھی رات تک ہے۔ سورج کے زمانۂ پرستش میں طلوع و غروب کے وقت اس کی عبادت کے باعث یہ دونوں وقت نماز کے لیے ممنوع قرار دیے گئے ہیں۔ نماز کے اعمال و اذکار کی طرح اس کے یہ اوقات بھی اجماع اور تواتر عملی سے ثابت ہیں۔''

(قانون عبادات، اشراق ۲۳، شمارہ دسمبر ۲۰۰۳)

فجر سے عشا تک نمازوں کے یہ نام دراصل ان کے اوقات کے نام ہیں۔ نمازوں کو ان اوقات سے موسوم کرنے میں ان کا وقت بتانا ہی پیش نظر تھا۔ اور سنت نے ان کا یہ نام رکھ کر ان کے اوقات کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ اب ان کی تلاش

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کے لیے کسی چیز کی اصلاً ضرورت نہیں ہے۔ عرب جس وقت کو عصر کہتے تھے، وہی وقت عصر کا ہے اور جس کو ظہر کہتے تھے، اسی میں ظہر پڑھی جائے گی۔

قرآن مجید نے اس سنت کا ذکر کیا، اور اسے اپنے الفاظ میں جا بجا بیان کیا ہے۔ مثلاً سورۂ بنی اسرائیل کی آیت میں یہ پانچوں وقت بالصراحت بیان ہو گئے ہیں:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ، اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا. وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا.

(بنی اسرائیل ۱۷: ۷۸-۷۹)

''سورج کے ڈھلنے پر رات کے چھانے تک نماز کا اہتمام کرو۔ اور بالخصوص فجر کی قرأت کا، اس لیے کہ فجر کی قرأت روبرو ہوتی ہے۔ اور رات میں بھی کچھ دیر کے لیے اٹھو، (اور تہجد پڑھو) یہ تمھارے لیے اضافی ہے۔ اس توقع کے ساتھ کہ تمھارا رب تمھیں، (قیامت کے دن) اس طرح اٹھائے کہ تم ممدوح خلائق ہو۔''

یعنی اس آیت میں 'دلوک' پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور 'دلوک' وہی ہیں جن کو ہم ظہر، عصر، مغرب اور عشا کے ناموں سے اوپر بیان کر آئے ہیں۔ عشا کو اگر دلوک نہ بھی مانیں تو اس کا وقت 'غسق اللیل' کے الفاظ میں بیان ہو گیا ہے۔ فجر کا وقت بھی اس میں بتا دیا گیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اضافی نماز تہجد کا وقت بھی۔

اس روایت میں انھی اوقات میں سے افضل اوقات کا تعین کیا گیا ہے۔ کسی چیز کی فضیلت یا شارع براہ راست بیان کرتا ہے یا پھر وہ شارع کے بیان کردہ کسی اصول یا عقلی مسلمہ سے پھوٹتی ہے۔ یہاں حضرت جبریل نے نمازوں کے افضل اوقات بتائے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے بتایا کہ یہ انبیا کے پسندیدہ اوقات نماز ہیں۔ اوقات کی یہ فضیلت جیسا کہ تعجیل کے اصول سے واضح ہے، قرآن مجید کے اس اصول: 'یسارعون فی الخیرات' کہ 'وہ نیکی میں سبقت کرنے والے ہیں' (آل عمران ۳: ۱۱۴)، کی روشنی میں بنی ہے۔ سبقت کا یہ جذبہ امتثال امر کو ان کے اول وقت میں کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ یعنی جب ہمارے رب کا حکم آ گیا کہ اب ظہر پڑھنی ہے تو بلاوجہ تاخیر کیوں کر ہو، چنانچہ انبیا علیہم السلام نے اسی اصول (تعجیل) کو نمازوں میں اپنایا اور اسی کی تلقین جبریل امین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کی۔

نماز چونکہ ایک اجتماعی عمل بھی ہے، اس لیے یہاں مصالح کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اس اصول کو قرآن مجید نے بھی جگہ جگہ بیان کیا ہے کہ 'یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر' (البقرہ ۲: ۱۸۵)۔ یعنی اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے مشکل نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ 'یسروا ولا تعسروا' (بخاری، رقم ۶۹) یعنی لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرو مشکل نہ پیدا کرو۔ اس اصول پر جماعت کے وقت کا تعین ایسے کرنا ہوگا کہ جو لوگوں کے لیے تنگی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اور حرج کا باعث نہ ہو۔ جیسا کہ اگلی روایتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہی معلوم ہوگا کہ آپ نے جماعت کے اوقات میں دونوں چیزوں (سبقت الی الخیر اور عوام کی سہولت) کو نبھایا۔

مفہوم و مدعا

یہ حدیث عمر بن عبد العزیز کی عصر میں تاخیر پر عروہ کے احتجاج کرنے کے واقعہ سے شروع ہوتی ہے، جسے ابن شہاب زہری نے آنکھوں دیکھے واقعے کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ یوں پیش آیا کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے نماز عصر افضل وقت سے مؤخر کر دی، جس پر عروہ نے احتجاج کرتے ہوئے مغیرہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے مابین ہونے والے واقعے کی تفصیلات بتائیں۔ اسی ضمن میں انھیں ابو مسعود کی زبانی وہ حدیث سنائی جس میں جبریل امین کی امامت کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ اور ان اوقات کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، جن میں جبریل امین نے یہ نماز پڑھائی۔ سنن ابی داؤد کی روایت میں ان اوقات کا ذکر کیا گیا ہے:

ظہر

پہلے دن جبریل علیہ السلام نے ظہر اس وقت پڑھائی، جب سورج نصف النہار سے تسمہ برابر نیچے آیا۔ دوسرے دن انھوں نے ظہر اس وقت پڑھائی جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا۔

عصر

پہلے دن انھوں نے عصر اس وقت پڑھائی جب ان کے سائے کی لمبائی ابھی ان کے قد کے برابر تھی۔ دوسرے دن عصر انھوں نے اس وقت پڑھائی جب ان کا سایہ ان سے دوگنا تھا۔ عصر کی نماز کے حوالے سے عروہ نے سیدہ عائشہ کا ایک قول بھی نقل کیا ہے۔ آپ عصر اس وقت ادا کرتے جب ابھی دھوپ ان کے صحن میں فرش پر بھی ہوتی۔

اس جملے سے عروہ نے جلدی عصر پڑھنے پر استدلال کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک دیواروں کی صحیح اونچائی اور صحن کی وسعت کا اندازہ نہ ہو، اس وقت تک اس سے یہ مفہوم نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ یہ جلدی ہے یا تاخیر۔ اس لیے کہ دیوار اگر چھوٹی ہو تو گھر کی مشرقی دیوار پر اس کا سایہ کافی دیر تک نہیں چڑھ سکے گا۔ البتہ اتنی بات ضرور نکلتی ہے کہ سورج ابھی سفید روشن ہوتا، جب آپ عصر پڑھا کرتے۔ لیکن دو مثل سایہ پر بھی سورج سفید روشن ہوتا ہے۔

مغرب

پہلے دن انھوں نے مغرب اس وقت پڑھائی جب روزہ کھولنے والا روزہ کھولتا ہے۔ دوسرے دن بھی مغرب انھوں نے اسی وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ کھولتا ہے۔

عشا

پہلے دن عشا انھوں نے اس وقت پڑھائی جب شفق جا تا رہا۔ دوسرے دن انھوں نے عشا ایک تہائی رات گزر جانے پر پڑھائی۔

فجر

پہلے دن فجر اس وقت پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا ممنوع ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن فجر اس وقت پڑھائی جب ابھی اجالا تھا۔ (ابوداؤد، رقم ۳۹۳)

یہ حدیث اوقات بتانے کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ نماز کے سبقت الی الخیر والے اوقات کا تعین کر دیا جائے۔ یہ وہ اوقات ہیں جو انبیا کے منتخب اوقات ہیں۔ ان میں نماز پڑھنے والے نے اپنے ایسے اوقات میں نماز پڑھی ہے کہ جس کے بعد وہ تساہل اور سستی وغیرہ کے الزام سے بچ جاتا ہے۔ استاد گرامی اس روایت کے اسی محل کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''...اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نماز بغیر کسی عذر کے بالکل آخری وقت تک موخر کر دی جائے۔ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ جبریل امین نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن نماز پڑھائی اور فرمایا کہ انبیا علیہم السلام کی نماز کا وقت انھی دو وقتوں کے درمیان میں ہے تو فجر کو اسفار سے، عشا کو ایک تہائی رات سے، مغرب کو روزہ کھولنے کے وقت سے، اور ظہر و عصر کو اس سے زیادہ موخر نہیں کیا کہ کسی شخص کا سایہ نماز ظہر کے وقت اس کے برابر اور عصر کے وقت اس سے دوگنا ہو جائے۔''
>
> (قانونِ عبادات، اشراق ۲۵، شمارہ دسمبر ۲۰۰۳)

ہماری یہ رائے کہ یہ انبیا کے پسندیدہ اوقات ہیں روایت کے اندر موجود چند قرائن کی وجہ سے بنی ہے۔

ایک یہ کہ موطا کے الفاظ 'فقال: أمرت بهذا' کے بجائے دوسری روایتوں کے یہ الفاظ کہ 'فقال: یا محمد هذا وقت لانبیاء من قبلك والوقت ما بین هذین الوقتین'، یعنی جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد آپ سے پہلے انبیا کا یہی وقت رہا ہے۔ اور انھی دونوں کے مابین آپ کے لیے نمازوں کے اوقات ہیں۔ مراد یہ ہے کہ انبیا نے نماز کی اہمیت کے پیش نظر سبقت الی الخیر کے جذبے کے تحت جن اوقات میں پڑھی ہے، وہ اوقات یہی رہے ہیں اور یہی اوقات آپ کو ملحوظ رکھنے ہوں گے۔

دوسرے یہ کہ بعض روایتوں کے مطابق جس نے عصر کی ایک رکعت سورج ڈوبنے سے پہلے پالی، اس نے عصر کی نماز پالی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عصر کا آخری وقت غروب آفتاب ہے۔ جبکہ حدیث جبریل میں اس کا آخری وقت دو مثل سایہ بیان ہوا ہے۔ دونوں کو اگر جمع کریں تو یہی تاویل بہتر ہے کہ حدیث جبریل دراصل ان اوقات کا تعین کر رہی ہے جن میں نماز پڑھنا اس کے اعلیٰ اوقات میں پڑھنا ہے۔ یعنی ان اوقات میں نماز پڑھنے والا سستی اور کاہلی کے الزام سے بچ جائے گا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تیسرے یہ کہ سنت ثابتہ کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اسی صورت میں ہوتی ہے کہ جب ہم انھیں پسندیدہ اوقات کی تعیین کے معنی میں لیں۔ ورنہ ان کا تعین بلاوجہ ہے، بالخصوص عصر کے وقت کا تعین۔

چوتھے یہ کہ عروہ کا عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ اور ابومسعود کا مغیرہ کے ساتھ نماز کی تاخیر کا جو قصہ اس روایت میں بیان ہوا ہے، اس میں ان کا احتجاج اس بات پر ہے کہ آپ نے نماز مؤخر کردی ہے، نہ کہ اس بات پر کہ آپ نے نماز قضا کردی ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ابومسعود رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو افضل اوقات کے تعین ہی کے معنی میں لیا ہے۔ اور پھر عروہ نے اسے اسی محل میں عمر بن عبدالعزیز کے سامنے تاخیر ہی پر احتجاج کرتے ہوئے مغیرہ کا قصہ سنایا ہے۔

اس لیے ہمارے نزدیک یہ حدیث جبریل انبیا کے معمول بہ اوقات سے آگاہ کرتی ہے نہ کہ نمازوں کے اوقات سے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سائل کو جب یہ اوقات بتائے تو اوقات تبدیل کردیے۔ اس لیے کہ اب آپ دراصل اس شخص کو نماز کے پسندیدہ نہیں، بلکہ متعین اوقات بتا رہے تھے:

عن ابن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ عنہ سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن وقت الصلوات فقال وقت صلوة الفجر ما لم يطلع قرن الشمس الاول ووقت صلوة الظهر اذا زالت الشمس عن بطن السماء ما لم يحضر العصر ووقت صلاة العصر ما لم تصفر الشمس ويسقط قرنها الاول ووقت صلاة المغرب اذا غابت الشمس ما لم يسقط الشفق ووقت صلاة العشاء الى نصف الليل. (مسلم، رقم ۲۱۶)

''ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ فجر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سورج کا ایک کنارہ طلوع نہ ہو جائے۔ ظہر سورج کے وسط آسمان سے جھک جانے سے عصر تک ہے۔ اور عصر کا وقت سورج کے زرد ہونے تک ہے، جب اس کا ایک کنارہ غروب ہو جائے۔ مغرب کا وقت سورج ڈوبنے سے شروع ہو کر شفق کے خاتمہ تک ہے۔ اور عشا آدھی رات تک ہے۔''

یہاں حدیث جبریل اور حدیث بریدہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ صرف دونوں کے پس منظر میں فرق ہے، ایک میں اوقات نماز کی حد بندی کی جا رہی ہے اور دوسری میں انبیا کے پسندیدہ اوقات بتائے جا رہے ہیں۔

اس روایت کے دو حصے ہیں۔ 'قال عروة: ولقد حدثتني' سے الگ روایت ہے، اس لیے بعض نسخوں میں انھیں دو روایتیں قرار دیا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ پہلی روایت کا ہی حصہ ہے، اس لیے کہ اس کی سند بیان نہیں ہوئی۔ یعنی عروہ نے مغیرہ بن شعبہ ہی کو دونوں باتیں بتائیں حضرت عائشہ والی بھی اور جبریل والی بھی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس میں جو واقعہ مذکور ہوا ہے۔اس میں ایک حیرت انگیز بات یہ موجود ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے لیے یہ بات اجنبی تھی کہ جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کرائی ہے۔اس سے یہ واقعہ کمزور سا معلوم ہوتا ہے۔اس لیے کہ عمر بن عبدالعزیز بذات خود دین کے ایک اچھے جاننے والے تھے۔یہ بات تو کہی جا سکتی ہے کہ انھوں نے یہ حدیث نہ سنی ہو۔مگر یہ بات مشکل ہے کہ انھیں اس کی بھی خبر نہ ہو کہ جبریل علیہ السلام نے ایسا کیا تھا۔عروہ سے ان کا یہ سوال کہ کیا جبریل نے آپ کے لیے اوقات مقرر کیے تھے، حیرت انگیز ہے۔اس واقعہ کی کمزوری پر رجال حدیث کے تحت گفتگو ہوگی۔یہاں یہ واضح رہے کہ امامت جبریل کے واقعہ کی کمزوری یہاں زیر بحث نہیں ہے، بلکہ عمر بن عبدالعزیز اور عروہ کے مابین ہونے والے واقعے کی کمزوری پر یہ سوال دلالت کر رہا ہے۔

ہمارے فقہا کے مابین اصلاً صرف عصر کے وقت میں اختلاف ہے۔ہمارے خیال میں یہ اختلاف ان انبیا کے پسندیدہ اوقات کو بیان کرنے والی روایتوں اور وقت بیان کرنے والی روایتوں کو الگ نہ کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔اسی طرح اس اختلاف کا سبب یہ بھی بنا ہے کہ نمازوں کے نام جنھیں تواتر حاصل ہے کو بھی پیش نظر نہیں رکھا گیا۔یعنی عصر کا لفظ اصل میں صرف نماز کا نام ہی نہیں ہے، بلکہ اس کا وقت بھی بتا رہا ہے۔ہماری مراد یہ ہے کہ عصر سے مراد دن کا آخری حصہ ہے اور بس یہی وقت عصر ہے۔اس کی وضاحت جب طلب کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعیین بھی کر دی۔

سورج کے بلند ہونے اور سفید ہونے کے بیان سے یہ غلط تاثر نہیں لینا چاہیے کہ وہ بہت بلند تھا۔یہاں اصل میں غروب ہونے کے متضاد اور زرد ہونے کے الٹ مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔اس کے یہ معنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے واضح ہوتے ہیں، ان کے الفاظ تھے:

والعصر، والشمس مرتفعة بيضاء نقية قدر ما يسير الراكب فرسخين او ثلاثة قبل غروب الشمس. (موطا، رقم ۵)	’’عصر اس وقت پڑھو، جب سورج ابھی روشن بلند اور صاف ہو، اتنا کہ ایک سوار دو یا تین فرسخ کا فاصلہ سورج ڈوبنے سے پہلے طے کر لے۔‘‘

سوار تین فرسخ کا فاصلہ ایک ڈیڑھ گھنٹے میں آرام سے طے کر لیتا ہے۔

لغوی مسائل

اس حدیث میں ایک ہی لسانی مشکل ہے اور وہ سیدہ عائشہ کے اس جملے ’قبل ان تظهر‘ میں ہے۔یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر سورج کے ’’ظہور کرنے‘‘ سے پہلے پڑھتے تھے۔ظہور کرنے کے معنی میں بہت اختلاف ہے کہ اس کے معنی چڑھنے اور ظاہر ہونے کے ہیں یا زوال کے ہیں۔اسی طرح چڑھنے سے مراد کیا ہے۔دیواروں پر چڑھنا ہے یا دیواروں سے اٹھ جانا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہے۔

جیسے زرقانی نے لکھا ہے:

قال عياض المراد تظهر على الجدر و قيل ترتفع كلها عن الحجرة و قيل تظهر بمعنى تزول عنها... و فى رواية ابن عيينة عن ابن شهاب فى الصحيين كا ن يصلى صلاة العصر و الشمس طالعة فى حجرتى لم يظهر الفئ و فى رواية مالك جعله للشمس و جمع الحافظ بأن كلا من الظهور غير الآخر فظهور الشمس خروجها من الحجرة و ظهور الفئ انبساطه فى الحجرة فى الموضع الذى كانت الشمس فيه بعد خروجها.

(شرح الزرقانی علی موطا ۱:۱۶)

’’قاضی عیاض نے کہا ہے اس کے معنی دھوپ کے دیواروں پر چڑھنے کے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد دھوپ کا حجرے سے جاتے رہنا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ’تظہر‘ سے مراد زوال پانا یا زائل ہونا ہے۔... ابن شہاب سے ابن عیینہ کی روایت میں جو صحیحین میں ہے، میں یہ بات یوں ہے کہ آپ عصر اس وقت پڑھتے، جبکہ سورج میرے حجرے میں روشن ہوتا، اور اس کا سایہ بلند نہ ہوا ہوتا۔ جب کہ مالک کی روایت میں ’ظہر‘ کا فعل ’الشمس‘ کے لیے آیا ہے، البتہ حافظ ابن حجر نے اسے جمع کر دیا ہے۔ ان کے نزدیک ہر دو کا ظہور دوسرے سے مختلف ہے۔ چنانچہ دھوپ کا ظہور حجرے سے نکلنا ہے اور سایے کے ظہور سے مراد دھوپ کے بعد حجرے میں اس کا اسی جگہ پھیلنا ہے جہاں دھوپ تھی۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اشفاق الرحمٰن کاندھلوی صاحب نے ’تظہر‘ کا فاعل سیدہ عائشہ کو بنایا ہے۔ اور یہ کہا ہے:

والضمير إلى عائشة عبرت عن نفسها بغائب قبل ان تظهراى ترتفع.

’’تظہر کی ضمیر سیدہ عائشہ کی طرف راجع ہے، انھوں نے اپنے آپ کو غائب کے صیغے میں تعبیر کیا ہے، اس سے پہلے کہ آپ اٹھتیں، یعنی آپ اٹھ آتیں۔‘‘

ہمارے خیال میں، ’الشمس‘ سے مراد دھوپ ہے، اور دھوپ کا چڑھنا، ایک مظہر کا بیان ہے۔ یعنی اگر آپ عصر کے وقت صحن میں بیٹھے ہوں تو دیواروں کا سایہ لمبا ہوتا جائے گا اور سورج کے سامنے والی (مشرقی) دیوار پر آپ کو ایک وقت یہ نظر آئے گا کہ صحن میں چھاؤں ہوگی اور دھوپ صرف اس دیوار پر رہ جائے گی۔ جس سے ایسے لگے گا کہ دھوپ چلتے چلتے فرش سے دیوار پر چڑھ گئی ہے۔ اسی مظہر کو سیدہ عائشہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے، اس سے پہلے کہ دیواروں پر دھوپ چڑھ جائے۔ یہ مجاز کا اسلوب ہے۔ یعنی دھوپ پہلے ہی دیوار پر چڑھی ہوئی تھی۔ اب صرف دیوار پر باقی رہ گئی۔ جس سے لگا کہ گویا دھوپ فرش چھوڑ کر دیوار پر چڑھ گئی ہو۔ زرقانی کے اوپر کے اقتباس میں ’لم یظہر الفیء‘ کے جو الفاظ آئے ہیں، ان کا بھی

یہی مطلب ہے کہ سایہ ابھی دیوار پر نہیں چڑھا ہوتا تھا، فرش پر ہی ہوتا تھا۔

رجال حدیث

اس روایت کی سند اور روایت کے کرداروں میں درج ذیل لوگوں کو فہم حدیث کے لیے جاننا ضروری ہے:

اس روایت کی سند میں یحی بن یحی کا نام امام مالک سے اس لیے پہلے ہے کہ موطا کا یہ نسخہ جس کی شرح ہم لکھ رہے ہیں، یہ امام مالک کے تلمیذ رشید یحی اللیثی کا مدون کردہ ہے۔ یہ موطا کے چودہ نسخوں میں سے سب سے زیادہ متداول ہے۔ 'قال حدثنی' میں 'قال' کے فاعل انھی یحی کے بیٹے عبید اللہ ہیں۔ جنھوں نے اپنے باپ سے موطا کے اس نسخے کی روایت کی۔

ابن شہاب کا فن حدیث میں بہت بڑا مقام ہے مگر تدلیس اور شیعہ طرف داری کا الزام بھی ان پر لگایا گیا ہے۔ یہ ایلہ کے رہنے والے تھے، جمع حدیث کے سلسلے میں مدینہ اور کوفہ وغیرہ کا سفر بھی کیا۔ جمع حدیث انھوں اور دوسرے لوگوں نے عمر بن عبدالعزیز کے حکم، جو انھوں نے والی مدینہ کو دیا کے بعد ہی کی۔ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

واول من دون الحدیث بن شھاب الزھری علی راس المائة بامر عمر بن عبد العزیز ثم کثر التدوین ثم التصنیف وحصل بذلك خیر کثیر فللّٰه الحمد. (فتح الباری ۱: ۲۰۸)

''سب سے پہلے ابن شہاب زہری نے پہلی صدی کے آغاز پر عمر بن عبدالعزیز کے جمع حدیث کے حکم دینے پر تدوین حدیث کا کام کیا۔ بعد میں پھر تدوین کا کام عام ہوگیا، پھر حدیث کی تصنیف کا کام شروع ہوا اور اللہ کا شکر ہے اس سے خیر کثیر اکٹھا ہوا۔''

اس اعتبار سے عروہ اور عمر بن عبدالعزیز کی گفتگو کے گواہ ہونے کا امکان کم ہے۔ جبکہ انھوں نے واقعہ یوں سنایا ہے کہ جیسے وہ اس گفتگو کو براہ راست سن رہے تھے اور اس سارے واقعہ کے عینی شاہد تھے۔ محدثین یہ بھی کہتے ہیں کہ عروہ سے لقا و سماع ہی ثابت نہیں ہے:

... لا یثبت له السماع من عروة وان کان قد سمع ممن هو اکبر منه غیر ان اهل الحدیث قد اتفقوا علی ذلك واتفاقهم علی الشیء یکون حجة. (تہذیب التہذیب ۹: ۳۹۸)

''عروہ سے زہری کا سماع روایت ثابت نہیں ہے اگرچہ زہری نے عروہ سے عمر میں بڑے لوگوں سے بھی حدیث کا سماع کیا ہے، مگر عروہ وغیرہ سے ان کی روایت کے قبول کرنے پر محدثین کا اتفاق ہے، ان کا کسی بات پر اتفاق دلیل وحجت ہے''۔

اس لیے میرے خیال میں یہ روایت زہری کی مرسلات میں سے ہے۔ بخاری میں بھی یہ روایت ایسے ہی آئی ہے، اور

محدثین کا یہی اتفاق جس کا ذکر ابن حجر نے کیا ہے، بخاری کے ہاں اس کی قبولیت کا سبب بنا ہے۔

عروہ تابعین میں سے ہیں۔ سیدہ عائشہ کے بھانجے ہیں۔ ان کا شمار فقہاے سبعہ میں ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ کی احادیث کے ماہر مانے جاتے ہیں۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ایک رائے کے مطابق بدر میں شریک ہوئے۔ ان کا تعلق انصار مدینہ سے ہے۔

اس حدیث میں عمر بن عبد العزیز اور مغیرہ بن شعبہ کا ذکر بھی آیا ہے۔ عمر بن عبد العزیز، سلیمان بن عبد الملک کے بعد خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۰۱ ہجری میں وفات پائی۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لائے۔ پہلے بصرہ اور پھر کوفہ کے والی رہے۔ ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ ابو مسعود کی ان کے ساتھ گفتگو کوفہ کی امارت ہی کے زمانے کی ہے۔

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com